ریاض احمد کے تنقیدی رویوں کا نفسیاتی دائرہ کار

The psychological scope of Riaz Ahmed's critical attitudes

محمد عامر سہیل [1]

Abstract:

The tendency of psychological criticism in Urdu criticism has been among the critics of "HALQA ARBAB ZAOQ". Riaz Ahmad is the second biggest psychological critic after Meera ji. Psychological Criticism is a psychological analysis of the effects of creation on the author, the characters, and the reader. Riaz Ahmad presented theoretical and practical critiques in the light of the psychological theories of Freud, Young and Adler. He made Urdu poetry part of a more practical critique. He described the difference between classical Urdu poetry and modern Urdu poetry in terms of psychological principles. Psychological justification for the use of nickname, styles and themes. This article analysis the psychological scope of Riaz Ahmad's critique. He tested modern poets on the criterion of psychological criticism, including NM Rashid, Meera ji, Faiz, Sahir, Majeed Amjad, Qayyum Nazar, Yusuf Nazar and others. Riaz Ahmad has given precedence to modern poets over progressive poets. According to Riaz Ahmad, progressive poets are sexist. His criticism is biased. This article covers all aspects of his psychological critique. His critique has been clarified with arguments. This article is an attempt to understand Riaz Ahmad's critique.

Keywords: Riaz Ahmad, Psychological criticism, Halqa Arbab Zaoq, N M Rashid, Mira ji, Faiz, Sahir, Majed Amjad, Modern poetry

اردو تنقید میں نفسیاتی تنقید کا رجحان "حلقہ ارباب ذوق" کے ناقدین میں پایا جاتا ہے۔ میرا جی کے بعد ریاض احمد دوسرے سب سے بڑے نفسیاتی نقاد ہیں۔ نفسیاتی تنقید تخلیق پر تخلیق کے اثرات کا ایک نفسیاتی تجزیہ ہے۔ ، کردار اور قاری۔ ریاض احمد نے فرائیڈ، ینگ اور ایڈلر کے نفسیاتی نظریات کی روشنی میں نظریاتی اور عملی تنقیدیں پیش کیں۔ اُنھوں نے اردو شاعری کو زیادہ عملی تنقید کا حصہ بنایا۔ اُنھوں نے کلاسیکی کے درمیان فرق کو بیان کیا۔ اردو شاعری اور جدید اردو شاعری نفسیاتی اصولوں کے لحاظ سے۔ عرفیت، اسلوب اور موضوعات کے استعمال کے لیے نفسیاتی جواز۔ یہ مضمون ریاض احمد کی تنقید کے نفسیاتی دائرہ کار کا تجزیہ کرتا ہے۔ اُنھوں نے جدید شاعروں کو نفسیاتی تنقید کی کسوٹی پر پرکھا، جن میں ن م راشد، میرا جی، فیض، ساحر، مجید شامل ہیں۔ امجد، قیوم نظر، یوسف نظر اور دیگر۔ ریاض احمد نے جدید شاعروں کو ترقی پسند شاعروں پر فوقیت دی ہے۔ ریاض احمد کے مطابق ترقی پسند شاعر جنس پرست ہیں، ان کی تنقید متعصبانہ ہے۔ یہ مضمون ان کی نفسیاتی تنقید کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ ان کی تنقید کو دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ یہ مضمون ریاض احمد کی تنقید کو سمجھنے کی کوشش ہے۔

کلیدی الفاظ: ریاض احمد، نفسیاتی تنقید، حلقہ ارباب ذوق، ن م راشد، میرا جی، فیض، ساحر، مجید امجد، جدید شاعری

[1] پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

ادب اظہار ذات ہے۔ یہ جملہ جس قدر واضح ہے اس سے کہیں زیادہ مبہم ہے۔اس لیے یہ سمجھنا انتہائی لازم ہے کہ ادبی تخلیق کا اظہار شعوری ہے یا لاشعوری؛ ناقدین دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ایک گروہ کا کہنا ہے، ادب شعوری عمل کا نتیجہ ہے جبکہ دوسرا گروہ اس بات پر مصر ہے کہ ادبی تخلیق لاشعوری الاصل ہوتی ہے۔ دونوں گروہ اپنے دلائل اور وضاحتیں رکھتے ہیں۔ان دو کے متوازی مزید دو گروہ موجود ہیں، جن میں سے ایک کا کہنا ہے کہ ادب شخصیت کا اظہار ہے جب کہ دوسرے کے نزدیک ادب شخصیت سے انحراف ہے۔ اول الذکر اور موخر الذکر دونوں گروہ اپنے اپنے موقف میں حق بجانب ہیں مگر ان کے درمیان مسائل تب پیدا ہوتے ہیں، جب ان گروہوں کو ایک دوسرے کے متضاد خیال کر لیا جاتا ہے، اگر اس صورت میں ادبی تاریخ کا جائزہ یک رخ ہو کر لیا جائے تو یہ نا صرف دوسرے گروہ سے ناانصافی ہو گی بلکہ بہت حد تک گمراہی ثابت ہو سکتی ہے۔ اس گمراہی سے بچنے کے لیے نفسیاتی نقاد ہی متوازن رویہ اختیار کر کے کوئی مثبت تنقیدی رائے اختیار کرنے کے اہل ہو سکتا ہے۔ ادب کلی طور پر اظہار ذات ہے اور نہ ہی شخصیت سے انحراف، اسی طرح ادب کلی طور پر شعوری عمل کا نتیجہ ہے اور نہ ہی لاشعوری عمل کا حاصل ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ متوازن رویہ اختیار کرنا ہی اہم ہے۔ نفسیاتی نقاد مذکورہ نظریات سے ماورا ہو کر ادبی تخلیق کے جملہ پہلوئوں کو مد نظر رکھ کر ہی کسی تنقیدی رائے تک پہنچ سکتا ہے، بصورت دیگر اس کے نتائج جانب داری کا شکار ہو کر ادبی تنقید سے کوسوں دور ہو سکتے ہیں۔

اردو تنقید کی روایت میں نفسیاتی مطالعات مختلف نظریات اور تحریکوں سے وابستہ ناقدین نے پیش کیے ہیں تاہم حلقہ ارباب ذوق سے تعلق رکھنے والے اور اس باہر ناقدین اس فہرست میں واضح اکثریت کے ساتھ نمایاں ہیں۔ان ناقدین میں ریاض احمد کو میراجی کے بعد نمائندہ نفسیاتی نقادوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔ ریاض احمد کے تنقیدی رویوں کا نفسیاتی دائرہ کار محدود نہیں ہے انھوں نے نفسیات، نفسیاتی تنقید کے نظری مباحث، اردو شاعری کے قدیم و جدید رویوں میں تبدیلی کے نفسیاتی عوامل، اسلوب کی نفسیاتی جہت، تخلیقی محرکات کا نفسیاتی زاویہ نیز اردو کے نمائندہ شعرا کو نفسیاتی تنقید کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔

ادبی متن میں شخصیت کی عکاسی اور شخصیت سے گریز کی بنیاد پر نفسیاتی تنقید نے جو متوازن رویہ اختیار کیا وہ قدرے ریاض احمد کی تنقید میں ظاہر ہوا ہے۔ کوئی بھی ادب پارہ اپنے ظاہری معنی کے عقب میں جو معنی لیے ہوتا ہے اس تک پہنچنا نفسیاتی تنقید کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ نفسیاتی نقاد زیر بحث فن پارے میں فن کار کے احساسات، جذبات، تاثرات، مشاہدات، تصورات اور خیالات کے محرکات میں شعوری اور لاشعوری دونوں عوامل کا تجزیہ کرتا ہے۔ نفسیاتی تنقید کا بنیادی وظیفہ بھی یہی ہے کہ وہ ادبی متن میں شخصیت کے اظہار اور شخصیت سے گریز کا جائزہ لے کر متوازن رائے کا اظہار کرے۔ ریاض احمد اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''نفسیاتی تنقید نے ہمیں یہ بتایا کہ ان ظاہری اور پیش پا افتادہ معنی کے پیچھے ایسے شخصی اور اجتماعی محرکات کی ایک وسیع دینا کار فرما ہوتی ہے، جو جو نوعیت کے اعتبار سے زیادہ تر غیر شعوری ہوتے ہیں۔ انہی عوامل کی تفہیم خواہ وہ غیر شعوری نہ ہوں، ادب کو معنوی حسن اور تاثیر بخشتی ہے۔''[۱]

نوعیت کے اعتبار سے زیادہ تر غیر شعوری اور خواہ وہ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہوں، سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاض احمد متن میں ان معنی کے بھی قائل ہیں جو شعوری ہوں، خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔ شخصی محرکات کا تعلق فرد واحد (تخلیق کار) کے ذاتی مسائل ذہنی الجھنوں پر مبنی خواہشات اور ذاتی خیالات و نظریات سے ہے، جبکہ اجتماعی محرکات میں تخلیق کار کی ذات سے باہر کے عوامل کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مذکورہ اقتباس میں وہ لاشعوری طور پر شعوری معنی کو تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ انسان کا اجتماعی لاشعور مسلسل اس کے انفرادی شعور پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ نفسیاتی نقاد کا کام اس اجتماعی شعور تک پہنچنا ہے جو انفرادی اعمال کو متحرک کرتا ہے۔ شخصی محرکات کا تعلق فرائڈ اور ایڈلر کے نظریات سے جبکہ اجتماعی لاشعور کا نظریہ ژونگ کی عطا ہے۔ ریاض احمد کے نزدیک 'صحیح نفسیاتی تنقید کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی قدیم ادبی روایات کو مذہبی، ثقافتی اقدار کے پہلو بہ پہلو جانچیں۔' نفسیاتی تنقید کے اس وظیفے کا تعلق ژونگ کے نظریے سے ہے۔ یہاں ریاض احمد فرائڈ سے زیادہ ژونگ کو اہمیت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس بحث سے آئندہ مکالمہ

کیا جائے گا۔ فاضل نقاد کی عملی تنقید فرائڈ کے زیر اثر ہے جبکہ وہ نظری حد تک ژونگ کو اہمیت دیتے ہیں۔ یہاں ریاض احمد کی تنقید سے اخذ کیے گئے چند اہم نکات قابل ذکر ہیں:

۱۔ مسرت کا تعلق خواہش سے ہے یا خواہش کے حصول سے۔[۲]

۲۔ عمل اضطراری اور ارادی دونوں سے ہوتا ہے۔[۳]

۳۔ داخلیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں، اولاً فرد کی داخلی آزادی اور دوسرے یہ کہ انسان انسانی حدود سے آگے نہیں جا سکتا۔[۴]

۴۔ ہر شخص اپنے لیے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اس کے لیے سود مند ہو اور کوئی چیز اس وقت تک کسی فرد کے لیے سود مند نہیں ہو سکتی جب تک وہ پوری نوعِ انسانی کے لیے سود مند نہ ہو۔[۵]

۵۔ وہ عمل جو بظاہر اضطراری نظر آتے ہیں دراصل وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے یا فیصلے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔[۶]

۶۔ انسان کا سماجی ماحول بیک وقت خارجی بھی ہے اور داخلی بھی۔ خارجی اس لیے کہ اسے ہم خود سے باہر پاتے ہیں، داخلی اس لیے کہ یہ ہمارے ذہن، شعور اور زندگی کے ایک جُزو کے علاوہ کچھ نہیں۔[۷]

۷۔ انسان کردار اس لیے تخلیق کرتا ہے کہ اپنے آپ کو پہچان لے تو شاید بات غلط نہ ہو گی۔[۸]

۸۔ انسان کا ہر عمل خارج میں بھی موثر ہوتا ہے اور باطن میں بھی، اس لیے اس کا مستقبل مطلق خلا نہیں ہو سکتا۔[۹]

۹۔ انسان خواہش کی غلامی کرتا ہے اور خود فریبی سے بھی کام لیتا ہے لیکن وہ دونوں باتوں کو کبھی نہیں مانتا، یہیں سے اس کے کردار میں ضدیاہٹ کا پہلو نکلتا ہے۔[۱۰]

۱۰۔ جن معاملوں کو وہ اہم نہیں سمجھتا یا جن کا تعلق اس کے دل سے ہو، ان کے متعلق اس کا غالب رجحان اخفا اور پوشیدگی کا ہی ہوتا ہے، جتنی کوئی جبلت شدید، موثر یا شعور انگیز ہو گی اتنا ہی اس کا اظہار در پردہ ہوتا چلا جائے گا۔[۱۱]

(ادبی تخلیقات میں جبلت یا دل کی بات کو پوشیدہ رکھنا شعوری الاصل ہے، اگر لاشعوری ہے تو پھر ظاہر ہو جائے)

۱۱۔ اگر فن کار صرف خارجی اعمال کو پیش کرتا ہے تو صرف اس امر کا امکان رہ جاتا ہے کہ کردار کا اصل روپ او جھل ہی رہ جائے اور اگر وہ داخلی محرکات کو بیان کرنے لگتا ہے تو فن کار کی حدود سے نکل کر نفسیاتی تشخیص کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔[۱۲]

۱۲۔ جو چیز جتنی آپ کی جانی پہچانی ہو، اتنی ہی وہ شعور اور ادراک کی گرفت میں آنے سے گریز کرتی ہے۔[۱۳]

۱۳۔ جس طرح اشیاء کے خارجی وجود کو مکان کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح ان کے تصورات کو بھی ایک مکان کی ضرورت ہوتی ہے۔[۱۴]

۱۴۔ آسودگی کے بعد خواہش مٹ جاتی ہے یعنی آسودگی کے فوراً بعد اعصابی تناؤ نہیں رہتا۔[۱۵]

۱۵۔ ہر جذبہ اور ہر جبلی خواہش میں دو متضاد کیفیات بیک وقت پائی جاتی ہیں۔ایک وہ احساسِ لذت جو نتیجہ ہے تکمیل یا آسودگی کا اور امید کا اور دوسرا وہ احساسِ درد جو نتیجہ ہے۔اس احساس محرومی اور دوری کا تاوقتیکہ کعبہ مقصود سے وصل نصیب نہ ہو جائے۔[۱۶]

۱۶۔ فن کار بیک وقت دو ذہنی کیفیتوں کا حامل ہوتا ہے۔ایک طرف وہ کیفیت ہے جسے فن میں پیش کیا جاتا ہے اور دوسری طرف ذہن کا تخلیقی فعل۔[۱۷]

۱۷۔ ماہرین نفسیات کی تحقیق کے مطابق شاعری کو انسانی شخصیت کا غیر متوازن اظہار قرار دیا جا سکتا ہے۔[۱۸]

۱۸۔ انسان دو مختلف طریقوں سے سوچتا ہے، ایک فکری طریقے سے دوسرا تخیّلی طریقے سے۔[۱۹]

۱۹۔ نفسیاتی نقطہ نظر سے وہ ادبی تخلیقات جن میں مصنف نے خود اپنے پیش کردہ حقائق کی تشریح و توضیح نہ کی ہو، زیادہ قابل غور ہیں بہ نسبت ان چیزوں کے جن میں مصنف نے اپنے افکار و جذبات کی نفسیاتی تحلیل بھی پیش کر دی ہو۔[۲۰]

مذکورہ جو نکات پیش کیے گئے ہیں یہ ریاض احمد کے نفسیاتی تنقیدی شعور پر دال ہیں۔ ان میں سے بعض نکات پر اعتراض، بعض کی توضیح اور ترمیم کی جاسکتی ہے، لیکن ان کی اہمیت کو یکسر رد نہیں کیا جاسکتا۔ ان نکات کی روشنی میں کوئی نفسیاتی نقاد اپنے شعور کو تفہیم و تنقید کے ذریعے پختہ کر سکتا ہے۔

ریاض احمد نے فرائڈ، ایڈلر اور ژونگ کے نظریات کی وضاحت کی ہے مگر انہوں نے عملی سطح پر فرائڈ کے نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے نظری سطح پر ژونگ کو زیادہ اردو ادب کی تنقید کے لیے سود مند قرار دیا ہے۔ فرائڈ نے انسانی ذہن کو سمجھنے اور اس میں شعور اور لاشعوری محرکات کی تعبیر و تفہیم کے لیے جو نظریے پیش کیے ہیں، ان میں تحلیل نفسی سب سے اہم ہے۔ جس کا تعلق ادبی تنقید سے ملایا جاتا ہے۔ فرائڈ کے مطابق انسانی ذہن تین خانوں میں منقسم ہے۔ شعور، تحت اشعور اور لاشعور۔ لاشعور میں وہ تمام خواہشات، آدرشیں اور تمنائیں ہوتی ہیں جنھیں سماجی سطح پر ہر درجہ اقدار کے سامنے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ خواہشات چوں کہ جنس سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں اس لیے ہر وقت تسکین کی جستجو میں رہتی ہیں۔ ریاض احمد کے نزدیک یہ خواہشات بھیس بدل کر نئے عوامل اور مظاہر کی صورت میں نمودار ہوتی ہیں، جن کی پہچان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ انکی پہچان (ادبی فن پاروں میں) نفسیاتی نقاد کا کام ہے۔ اگر یہ خواہشات اظہار کی راہ پر نا آسکیں تو اندر ہی اندر گھٹ کر بعض نفسیاتی الجھنوں میں بدل کر مریضانہ صورت اختیار کر جاتی ہیں۔

تحلیل نفسی کے نقطہ نظر کے مطابق وہ تمام تصورات جو شاعری (ادب) میں نظر آتے ہیں۔ انکی تخلیق میں لاشعور اور تحت الشعور کا بڑا حصہ ہے۔ نفسیاتی نقاد تنقیدی عمل کے دوران مصنف کے اس تحت الشعور اور لاشعور تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ تحلیل نفسی کا دعویٰ ہے۔ تحلیل نفسی کے نزدیک محبت کا حسین جذبہ ہو یا مذہبی رواداری، خلوص ہو یا کسی سے ہمدردی، عشق حقیقی ہو یا مجازی، ماں سے محبت ہو یا محبوبہ سے، حتیٰ کہ متصوفانہ جذبات کے عقب میں مبنی جنسی آسودگی شامل ہے۔ یوں تحلیل نفسی خالص محبت، حقیقی عشق اور ہمدردی ایسے خالص جذبات کی پہچان یہاں ناکام رہتی ہے۔ اس سلسلے میں ریاض احمد لکھتے ہیں:

''تحلیل نفسی میں کم و بیش۔۔۔ ہم عشق میں بھی خالص جنسی رنگ کی جھلک نمایاں کرنا چاہتے ہیں، اور خود صوفی کی شخصیت ایک الجھن کا نتیجہ قرار دی جاتی ہے۔''[۲۱]

اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاض احمد نے ان تمام تر نظریات کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لیا بلکہ ان کی تمام خامیوں کو بھی مد نظر رکھا ہے، یہی خصوصیت کسی نقاد کو انفرادیت بخشتی ہے۔ تاہم تحلیل نفسی کے لیے ظاہری مفہوم سے قطع نظر اس کی تہہ میں مصنف کے لاشعوری جذبات کو جاننے کی سعی کی جاتی ہے، ضروری ہے۔ ریاض احمد اس کے لیے ہدایت نامہ جاری کرتے ہیں، 'جب آپ ایک شاعر کی نفسیاتی تحلیل کرنے بیٹھیں گئے تو آپ کو نفسیاتی اصولوں کے ماتحت چلنا ہو گا، جن کی رو سے ہم نظم میں کسی لفظ یا کسی منظر کو اس کے سطحی اور عام معنوں میں قبول نہیں کر سکتے۔ اس کی قدر میں لاشعور کا راز مخفی ہو گا۔'[۲۲] اس راز کو جاننے کی کوشش کی جائے، لیکن اس کے لیے زبان کے استعمال آگاہی ناگزیر ہے، 'کیوں کہ زبان کا انداز اس بنیادی الجھن یا تشنگی کے انداز سے ہی تشکیل پاتا ہے یا جذباتی تحریک کا انداز سمجھ میں نہیں آتا۔'[۲۳] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلوب کو سمجھے بغیر تحلیل نفسی کا عمل ادھورا رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس بات پر کامل یقین کیا جا سکتا ہے کہ تحلیل نفسی ہی کسی متن کی تفہیم میں کلی طور پر معاون ہے۔

اڈلر نے نفسیاتی مسائل میں 'احساس کمتری' کو اہمیت دی ہے۔ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا انسان ہونا خود کو کمتر ہونے کے مترادف سمجھنا ہے کم تری کا احساس بچپن میں ہی انسان کو لاحق ہو جاتا ہے جب وہ ہر طرح سے کمزور ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے لاشعور میں یہ احساس راسخ ہو جاتا ہے کہ وہ کائنات کی دیگر قوتوں کے سامنے کمتر ہے۔ اس احساس کے متضاد 'احساس برتری' ہے۔ یہاں 'احساس کم تری' سے ہی واسطہ ہے۔ ایڈلر انسانی زندگی کو تین بندھن میں دیکھتا ہے۔ بقول ریاض احمد:

''اول یہ شعور کہ انسان طبعی قوانین کا ملازم ہے۔ دوسرے معاشرے کی ضرورت اور تقاضوں کا احترام اور سوم جنسی تفریق کا احساس۔''[۲۴]

حقیقی دنیا میں انسان جب ہر طرح کی قوتوں کو اپنے تصرف میں لانے میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ اس سے ماورا ایک خیالی دنیا میں چلا جاتا ہے۔ اسی خیالی دینا میں وہ ہر چیز پر قادر ہوتا ہے۔ دوسری جانب جب محبت میں ناکامی ہو تو احساس کمتری کے باعث خیالی دنیا کی طرف رجوع بڑھتا ہے۔ بعض ناقدین کے نزدیک یہ فرار کی صورت ہے۔ مگر یہ فرار ضروری نہیں کی کسی احساس کمتری کی وجہ سے ہی ہو اس فرار کے کئی ایک عوامل ہو سکتے ہیں۔ ریاض احمد کی نفسیاتی تنقید میں ژونگ کے نظریات کو فرائڈ کی نسبت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ انہوں نے ژونگ کے نظریات کا تفصیلی جائزہ لیا اور اس تشویش کا اظہار کیا کہ اردو ادب میں فرائڈ کی طرف رجحان رہا ہے جبکہ اردو ادب کے نفسیاتی زاویے پرکھنے کے لئے ژونگ کے نظریات زیادہ کارآمد ہیں۔ ژونگ کے لاشعور اور اجتماعی لاشعور کے نظریے نے ادبی تخلیقات کو پرکھنے کا وسیع پیمانہ دیا ہے۔ اس سلسلے میں ریاض احمد رقمطراز ہیں:

> ''ہمارے اپنے ادب کی روایات اور ہماری مشرقی تہذیب و تمدن کے پیش نظر ہمیں تنقید میں جس حد تک یونگ سے مدد مل سکتی ہے وہ شاید اور کسی سے نہیں مل سکتی۔'' [۲۵]

اجتماعی لاشعور تخلیق کار کے انفرادی شعور پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے ادبی تنقید میں جب فن کار کی انفرادی شخصیت کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس وقت نفسیاتی شعور پر اجتماعی لاشعور کے اثرات کا جائزہ لینا نفسیاتی نقاد کے لئے ناگزیر ہو جائے گا۔ اس اجتماعی لاشعور کے بار میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں: 'انفرادی تجربات سے ماورا نسل، قوم، اور ملت کے ان مخصوص رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ جن کی تشکیل میں صدیاں حصہ لیتی ہیں۔[۲۶] ریاض احمد نے اردو تنقید میں نفسیاتی نقطہ نظر کے پیش نظر مقالات کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ 'اول وہ وہ مقالے جن میں بعض انفرادی تخلیقات کا نفسیاتی نقطہ نظر سے تجزیہ کیا گیا، دوم وہ مقالے جن میں ایک مصنف کی جملہ تخلیقات پر نفسیاتی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے نیز مصنف کے نفسیاتی و ذہنی رجحانات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سوم وہ مقالے جن میں ایک خاص نفسیاتی مسئلہ کو سامنے رکھ کر ادب میں بحثیت مجموعی یا کسی خاص مصنف کے ہاں اسکی مثالیں وغیرہ تلاش کی گئی ہیں۔' [۲۷] تخلیق کار اپنے داخلی احساسات، جذبات، تجربات، اثرات، تصورات اور خیالات کو شعوری یا لاشعوری کسی بھی طور اپنے فن کے ذریعے پیش کرتا ہے اور

اس فن کے لیے وہ زبان کا سہارا لیتا ہے۔ اس سہارے کی مدد سے جب وہ اپنے اندرونی جذبات کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتا ہے تو ایک خاص انداز تحریر وجود میں آتا ہے، یہی اندازِ تحریر اسلوب کہلاتا ہے۔ ریاض احمد نے اسلوب کا بھی نفسیاتی تجزیہ کیا ہے۔ وہ اسلوب کا دار مدار زبان کے استعمال اور موضوع کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ اسلوب شعوری۔ ارادی یا لاشعوری۔ غیر ارادی دونوں طرح سے ہو سکتا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ صحت مند شخصیت جو نفسیاتی اور ذہنی دباؤ سے آزاد ہو، لہجہ میں کھلا کھلا اور نکھرا نکھرا ہوا انداز اختیار کرے گی جبکہ ایک مجرمانہ ذہن، چاپلوسی اور اخفا کا حامل انداز لیے ہوگا۔ اسلوب کے حوالے سے ریاض احمد لکھتے ہیں: 'ایک اچھے اسلوب کے پس پشت شخصیت یا انا کا ایک توانا مثبت اور ہر اعتماد احساس کارفرماء ہوتا ہے۔ جہاں یہ اعتماد مجروع ہوا وہاں اسلوب بھی مجروع ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔[۲۸]

نفسیاتی نقاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلوب پر توجہ دے اس کے بغیر وہ شخصیت کے تصور، شعور، لاشعور یا داخلی کیفیات تک نہیں پہنچ سکتا۔ شاعری میں صنعتوں کا استعمال فن کاری کی علامت ہے۔ اس لئے جو شاعر صنعتوں کا کثرت سے استعمال کرتا ہے۔ اسکی دو وجوہات اہم ہیں۔ ایک احساس برتری کہ وہ کسی سے فنِ شعر میں کم نہیں، دوسری اہم وجہ خود کو امتحان میں ڈالنا کہ آیا وہ فنِ شعر میں کتنا کامیاب ہے۔ اسلوب کی بنیاد پہ ریاض احمد نے فسانہ عجائب اور باغ و بہار کو شعوری کوشش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اول الذکر میں مقفع و مسجع عبارت کو پیش کیا گیا ہے، جس میں حریفانہ جذبہ کا عمل داخل ہے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں آخر الذکر میں خا لص ہندستانی لہجہ اختیار کیا گیا ہے مگر ان دونوں میں ادبی فن پارہ کو پیش کرنے کی کوئی سعی نہیں کی گئی۔

ریاض احمد کے نزدیک تخلیق کے نفسیاتی محرکات میں شخصیت کے اظہار کی داخلی خواہش، اجتماعی ترجمانی، ذوقِ جمال، معاشی طور پر سود مند، تحسین کی جبلی خواہش اور شہرت کا حصول جیسے عوامل کارفرما ہیں۔ تاہم فن کی تخلیق میں کسی ایک محرک کو حتمی یا کلی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ بنابریں انہوں نیا الفاظ کے استعمال اور شاعری میں تخلص کے استعمال کا بھی نفسیاتی جائزہ لیا ہے۔ شاعری اور نفسیات کے باہمی ربط پر انہوں نے ''نقطہ نظر کی تلاش''، ''اُردو شاعری میں جنسیات'' اور ''شاعری میں حسی تصورات'' ایسے جامع مقالات قلمبند کئے

ہیں۔ رومانوی جذبات کا شعر ہیں‌در آنا ذہنی جذبات کے دبانے سے ہوتا ہے۔ جنسی جذبات اشارات اور رمزیت کی صورت اختیار کر کے شاعری میں پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ عمل شعوری اور لاشعوری دونوں سطح پر عمل میں آتا ہے۔اس ضمن میں انہوں نے قدیم وجدید اردو شاعری کا مطالعہ مختلف مقالات میں پیش کیا ہے، جن کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ قدیم شعرا اس بات سے آگاہ نہ تھے کہ نفسیاتی الجھنوں کی بنیاد لاشعور میں جنسی تحریکات پر قائم ہے۔ ان کے ہاں جنسی ردِ عمل عشق اور تصوف کی صورت نمودار ہوتا تھا جبکہ جدید شاعر اس بات سے آگاہ ہے کہ جس چیز کو وہ عشق کہتے ہیں وہ جنسی ردِ عمل ہے۔اس صورت میں جدید شاعر کے جذبات کی سکت ختم ہوتے ہی اس کا اظہار بھی رُک جاتا ہے۔

۲۔ قدیم شاعر کے لیے تخلیق ہی اسکی آسودگی تھی جبکہ جدید شاعر کے لیے فن اس وقت تک کار آمد نہیں جب تک وہ اس کی شخصیت کے اظہار میں مدد نہیں دے سکتا نیز اس کی الجھنوں کی آسودگی کا باعث نہیں بن سکتا۔

۳۔ قدیم شاعر کی الجھنیں روایت سے جڑی ہوتی تھی جبکہ جدید شاعر روایت سے اپنا رشتہ منقطع کر چکا ہے۔

۵۔ قدیم شاعر کے پاس اپنی پوری بات کو دو مصرعوں میں کہنے کی اہلیت تھی جب کہ جدید شاعر مغربی تقلید کی وجہ سے تحلیلی طریقہ کار کا پابند ہے۔

۶۔ جدید شاعر ذہنی اور معاشی طور پر آسودہ نہیں اس لیے اس کی تخلیقی صلاحیت کمزور ہے۔

۷۔ جدید شاعر مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے جذبات کی کمزوری کے باعث عمدہ شاعری سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

۸۔ قدیم شاعری میں جذبات کا اظہار کیا جاتا تھا جبکہ جدید شاعری میں جذبات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

۹۔ قدیم شاعری میں فن کا اظہار داد، تحسین اور استادی و شہرت کے لیے کیا جاتا تھا جبکہ جدید شاعر ذاتی رجحانات کی آسودگی کا اظہار کرتا ہے۔

۱۰۔ قدیم شاعری معزز پیشہ تھا جبکہ جدید شاعر بری عادات میں مبتلا نظر آتا ہے ہے۔

۱۱۔ قدیم شاعر کا قصیدہ یا ہجو معنی خیز ہوتے تھے مگر جدید شاعر کے ہاں نظم وقت کا لایعنی مصرف ہے۔

۱۲۔ قدیم شاعری میں بوسہ کا تصور ہے جبکہ جدید شاعری میں لمس کا واضح تصور موجود ہے۔

۱۳۔ قدیم شاعری میں مسائل حقیقی تجربے کی نوعیت رکھتے تھے جبکہ جدید شاعری میں اسکی نوعیت علمی اور ذہنی دلچسپی کی سی ہے۔

۱۴۔ قدیم شاعری میں ہیئت کے مخصوص سانچے تھے جبکہ جدید شاعری میں ہر تجربے اور کیفیت کے لیے ایک نئی ہیئت تخلیق کی جاتی ہے۔

ریاض احمد نے جدید اور قدیم شاعری میں جن افتراقات کو دیکھا ہے ان کی بنیاد نفسیاتی ہے۔ انھی بنیادوں پر انھوں نے قدیم اور جدید شعرا کا نفسیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، جن میں میر تقی میرؔ، راشدؔ، میراجیؔ، مجید امجدؔ، فیض احمد فیضؔ، ساحر لدھیانویؔ، قیوم نظرؔ، یوسف ظفرؔ، احمد ندیم قاسمیؔ، اور مختار صدیقیؔ شامل ہیں۔

میر تقی میرؔ کو اردو تنقید کا مجموعی بیانیہ، غم و نشاط، کا شاعر قرار دیتا ہے۔ اسی بنیاد کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے ریاض احمد کا کہنا ہے کہ میرؔ کے ہاں نشاطِ غم دراصل تسلیم و رضا کا نتیجہ ہے۔ میرؔ اپنی بے بسی کو مخالف قوتوں کے مقابلے میں فخر محسوس کرتے ہیں، جو انھیں احساس کمتری سے نجات دلاتا ہے۔ وہ کسی کو بھی خاطر میں نہ لا کر آسودگی حاصل کرتے ہیں۔ میرؔ کا دردِ غم اس بات پر دال نہیں کہ وہ ہمیشہ روتے رہتے ہیں۔ جبکہ وہ اظہار کے لیے ان تجربات کو پیش کرتے ہیں جن میں درد و غم کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ یہ توضیح یقیناً ایک نفسیاتی نقاد ہی پیش کر سکتا ہے۔

راشدؔ جدید اردو نظم کے بنیاد گزاروں میں شامل ہیں۔ جنھوں نے قدیم تصورات سے انحراف کر کے، ذاتی تجربات کی مدد سے ایسی شعری تخلیق پیش کی جو صرف انھی کا خاصا ہے۔ فاضل نقاد نے راشدؔ کی بعض نظموں کا نفسیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ راشدؔ اپنے عشقیہ جذبات کے جواز میں عقلی دلیل پیش کر کے محبوبہ کو ان جذبات کی آسودگی پر مائل کرنا چاہتے ہیں۔ راشدؔ کی نظموں میں مغربی رنگ نظر آتا ہے۔ مثلاً قہوہ خانے، رقص گاہیں اور زمستانوں کی راتیں وغیرہ ان نظموں کے لیے باقی ناقدین کی جو بھی کوئی رائے ہو مگر ریاض احمد ان

نظموں کا نفسیاتی مطالعہ کرتے ہوئے انہیں احساس برتری کی آسودگی کا جذبہ قرار دیتے ہیں۔ شاعر کا ایسا کرنا اس لیے 'تاکہ خود (شاعر۔ راشد) عوام سے بلند و بالا رہ سکے۔ جب یہ احساس مغربی حکموں کے سامنے مجروح ہوتا ہے تو وہ سپاہی کا روپ دھار لیتے ہیں۔'[۲۸] نظم ''انتقام'' میں دراصل ہندوستانی مرد کا فرنگی عورت پر فتح حاصل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس فتح کا مقصد کسی نہ کسی محاذ پر تو فرنگی کو شکست دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی عورت راشدؔ کی محبوبہ نہیں محض تسکین اور انتقام کا ذریعہ ہے۔ 'انتقام' میں راشدؔ کے ہاں احساس شکست ہے، جس کی بنا پر وہ خود کو فاتح دیکھنا چاہتا ہے۔ مغرب دشمنی یہاں تک ہے کہ شاعر فرنگی عورت کا ناک نقشہ تک بھول جاتا ہے۔ راشد کے ہاں فرار ہے جس کی دو وجوہ ہیں، اول معاشی بد حالی، دوم تنوع کی کمی۔

میرا جیؔ کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس بات میں شک نہیں کہ میرا جی کی تفہیم میں اردو تنقید ناکام رہی ہے۔ اس کے دو اہم اسباب اور وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ میرا جیؔ کی شخصیت کو شاعری سے جوڑ کر سمجھا جاتا رہا ہے اور دوسری وجہ صرف متن پر تنقیدی رائے قائم کی جاتی رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا جی کی شاعری کلی طور پر اس کی شخصیت کے تناظر میں سمجھی جا سکتی ہے اور نہ ہی متن پر فوکس کر کے حقیقی تفہیم ممکن ہے۔ ناقدین کی آرا میں اس کے علاوہ میرا جیؔ کی تفہیم میں ایک بڑی رکاوٹ شعریات میرا جیؔ کا ابہام زدہ ہونا ہے۔ میرا جیؔ کی شاعری اس کی شخصیت سے ہم آہنگ ہے اس لیے اس کی تفہیم اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اسکی شخصیت کو مکمل طور پر نہ سمجھ لیا جائے، لیکن کلی طور پر شخصیت پر انحصار میرا جیؔ کے ساتھ ناانصافی ہونے کے ساتھ ساتھ خود تنقید کے لیے بھی گمراہ کن ہے۔ ریاض احمد کے ہاں میرا جیؔ کی نفسیات عام انسان سے بالکل الگ نوعیت کی ہے ان کے نزدیک میرا جیؔ کو نہ سمجھ پانے کی ایک بڑی وجہ میرا جی کے کلام کا لاشعور سے نکلنا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اس (میرا جی) کے جذبات کی نوعیت کا تعین اس لحاظ سے مشکل ہے کہ وہ اپنے ذہن لاشعور کے تصورات کی توضیح نہیں کرتا بلکہ ان کا معنی و عن بیان کر دیتا ہے۔۔۔ وہ

(میراجی) ہر چیز کو انفرادی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے اور یہ نقطہ نظر اس کے لاشعور کے تصورات کی پیداوار ہے۔''[۲۹]

میراجیؔ کی نظموں کا بہ دقتِ نظر مطالعہ کریں تو یہ ظاہر ہوتا ہے، شاعر ایک انوکھے خیال سے نظم کا آغاز کرتا ہے، جوں جوں نظم بڑھتی جاتی ہے، اس سے شاعر کے لاشعوری تلازمات جڑتے چلے جاتے ہیں۔ میراجیؔ کی نظم ''تفاوت راہ'' ریاض احمد کے نزدیک ان کے لاشعور کی بہترین عکاس ہے۔ اس کے ہاں جنسی عنصر محض لاشعوری نہیں بلکہ شعوری طور پر شامل رہا ہے۔ شعوری طور پر یوں کہ انھوں نے جنسی اعضا کی تصویر کشی اشاراتی انداز میں کی ہے۔ ریاض احمد کے نزدیک :

''انفرادیت میں ڈوبی یہ اشاریت میراجیؔ کی شاعری کو سمجھنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ وہ میراجی کی نظموں کی جنسی نوعیت کے انکاری نہیں بلکہ وہ ان کے جنسی محرک سے الگ ہو کر ان نظموں کی تحریک عام نفسیاتی اُلجھنوں میں ہی تلاش کرنے پر مصر ہیں۔''[۳۰]

فیض احمد فیضؔ کی شاعری کی نفسیاتی توجیہات پیش کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے کہ فیضؔ نے اپنی شاعری میں عشقیہ اور سیاسی عناصر یکجا کرنے کی شعوری کوشش اس لئے کی کہ وہ اپنی شاعری کو اس الزام سے پاک کر سکیں کہ انکی شاعری سیاسی اور نظریہ کے جبر کا شکار ہے۔ اس شعوری کوشش کی عکاس فیض کی دو نظمیں 'سحر' اور 'میرے ہم دم میرے دوست' دیکھی جاسکتی ہیں۔ لہذا فیض احمد فیضؔ شعوری طور پر ایک جنسی اور جمالیاتی تحریک سے سیاست کا رُخ کرتے ہیں۔ فاضل نقاد کو ساحر لدھیانویؔ کی شاعری جنس کے بیان سے بھری نظر آتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ساحرؔ میں جذبہ رقابت انھیں جنسی جذبات کے بیان کی طرف لے جاتا ہے اور اگر وہ کہیں معاشرتی بے حسی کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد اکتسابِ لذت ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

''ساحرؔ کے ہاں جنسی عوامل کا اظہار یا اقرار موجود نہیں لیکن جنسی عریاں اور کسی حد تک گھناؤنی (Repulsive) صورت میں جنسی ردّ عمل یہاں نمایاں ہوا ہے وہ فیض کے ہاں نہیں، جنسی فرار اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ محبوبہ کے سامنے سیاسی ادبار کا عذر پیش کرے، جنسی رقابت اسے تاج محل سے بھاگنے پہ مجبور کرتی ہے اور دوست کی شادی پر مبارک باد

کہنے سے روکتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جنس سے ایک منفی قسم کی لذتیت بھی اس کے ہاں موجود ہے۔ مثلاً جاگیر، چکلے، لٹی ہوئی عصمتیں،اس کا خاص موضوع ہے۔اس موضوع میں رقابت اور اکتساب لذت دونوں پہلو بہ پہلو موجود ہیں۔''[۳۱]

ساحر کی نظم چند اشعار:

یہ بھوکی نگاہیں حسینوں کی جانب
یہ بڑھتے ہوئے ہاتھ سینوں کی جانب
لپکتے ہوئے پاؤں زینوں کی جانب
ثنا خواں تقدس مشرق کہاں ہیں

ترقی پسند تحریک اور حلقہ ارباب ذوق سے باہر نظم نگاروں میں ''مجید امجد'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ان کا شمار جدید اردو نظم کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ریاض احمد نے 'اس نظم میں' کے عنوان سے مجید امجد کی نظم، ''آٹو گراف'' کا نفسیاتی تجزیہ کیا جو 'نئی تحریریں' شائع ہوا۔ نظم کا آغاز ایک خارجی منظر سے جبکہ اختتام شاعر کے احساس کمتری پر ہوتا ہے۔ شاعر کے ذہن میں جذبہ رقابت ابھرتا ہے کہ لڑکیاں اس سے دست خط نہیں لینے آئیں۔یہی رقابت مجید امجد کے ہاں تلخ احساس ذلت میں ڈوب جاتی ہے۔اور کھلاڑی نظم 'آٹو گراف' ہیں شاعر کے رقیب بن کر سامنے آتے ہیں۔اس کے ساتھ کتابچے بھی لڑکیوں سے قربت کی وجہ سے شاعر کے رقیب ہیں۔ فنی لحاظ سے ریاض احمد کو اعتراض ہے کہ آخری بند میں جس تلخ احساس کا ذکر ہے اس کے لیے نظم کے ابتدائی حصے میں کوئی جواز نہیں ملتا یعنی اس کیفیت کے لیے قاری بتدریج تیار نہیں، جس سے اچانک اس کا آخری بند میں واسطہ پڑتا ہے۔یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ شعریات مجید امجد میں نظم کا آغاز، وسط اور انجام بقول وزیر آغا ایک قوس کی صورت میں ہوتا ہے۔ قوس سے مراد داخل سے خارج اور خارج سے داخل کی طرف رجوع کرنا ہے۔ قوس کی صورت عموماً قاری کے لیے خوشگوار حیرت و مسرت کا باعث ہوتی ہے۔

مذکورہ شعرا کے علاوہ ریاض احمد نے یوسف ظفر،[۳۲] قیوم نظر،[۳۳] شہزاد احمد،[۳۴] احمد ندیم قاسمی،[۳۵] مخمور جالندھری[۳۶] اور مختار صدیقی[۳۷] کی شاعری کا مختلف مقالات میں چیدہ چیدہ ذکر کیا ہے۔انھوں نے نفسیاتی تنقید کے

ساتھ تنقید متن کا فریضہ انجام دیا ہے۔ تاہم ان کی تنقید میں جانب داری در آئی، جب انھوں نے حلقہ ارباب ذوق سے وابستہ شعرا پر تنقیدی مقالات لکھے۔ اس ضمن میں ان کی کتاب ''ریاضتیں'' دیکھی جاسکتی ہے۔ مقالہ ''اردو شاعری کی بعض خصوصیات'' اور کتاب ''قیوم نظر ایک تنقیدی مطالعہ'' میں ریاض احمد کی جانب داری کھل کر سامنے آئی ہے۔ ''قیوم نظر ایک تنقیدی مطالعہ'' پر ڈاکٹر سلیم اختر رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں قیوم نظر کو سمجھنے کی گو بہتر کوشش کی گئی مگر نفسیاتی نقطہ نظر سے خاصی کمزور کتاب ہے۔ اس سلسلے میں مظہر علی سید کی رائے ملاحظہ ہو:

> ''ریاض احمد کو قیوم نظر کی شاعری میں وقار، سنجیدگی، خاموشی، اعتماد، ذہانت اور جانے کیا کیا نظر آتا ہے۔ اور وہ جب بھی فیضؔ، راشدؔ بلکہ میرا جیؔ تک کا نام لیتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ ہماری توجہ اب کے لیے ہی نہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیوم نظر اور صرف قیوم نظر کے لئے مخصوص ہو جائے۔'' [۳۲]

بحیثیت مجموعی ریاض احمد کی تنقید کا نفسیاتی زاویہ نظری تنقید میں بہت بھاری نظر آتا ہے۔ عملی مطالعات میں ریاض احمد قدرے ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی اہم وجہ ان کا جانبدار ہو کر ترقی پسند شعرا اور حلقہ ارباب ذوق سے وابستہ شعرا کا جائزہ لینا ہے۔ وہ چوں کہ حلقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انھیں حلقہ کے شعرا حقیقی شاعر جبکہ ترقی پسند شاعر جنس زدہ نظر آتے رہے۔ تاہم ان کے نظری مباحث اور عملی مطالعات کو مد نظر رکھ کر آئندہ کوئی نفسیاتی نقاد ضرور کوئی بہتر رائے قایئم کر سکنے کی اہلیت پیدا کر سکتا ہے۔ ریاض احمد کا بڑا کام فرائڈ، ژونگ اور ایڈلر تینوں کے نظریات کی توضیح اور ان سے استفادہ کرنا ہے۔ اردو شاعری کا نفسیاتی جائزہ لینے کے لیے ریاض احمد کے ہاں ژونگ کے نظریات زیادہ قابل اور کارآمد ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ریاض احمد، ریاضتیں (لاہور: سنگ میل، پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء)، ص ۲۲۹۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۴۸

۳۔ ایضاً، ص ۲۵۰
۴۔ ایضاً، ص ۲۶۹
۵۔ ایضاً، ص ۲۷۰
۶۔ ایضاً، ص ۲۷۱
۷۔ ایضاً، ص ۲۲۲
۸۔ ایضاً، ص ۲۸۳
۹۔ ایضاً، ص ۲۸۵
۱۰۔ ایضاً، ص، ۲۸۸
۱۱۔ ایضاً، ص ۲۸۹
۱۲۔ ایضاً، ص ۲۸۹، ۲۹۰
۱۳۔ ایضاً، ص ۲۹۵
۱۴۔ ایضاً، ص ۲۹۷
۱۵۔ ریاض احمد، تنقیدی مسائل (لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)، ص ۷۳۔
۱۶۔ ایضاً، ص ۷۶۔
۱۷۔ ایضاً، ص ۷۹۔
۱۸۔ ایضاً، ص ۸۷۔
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ ایضاً، ص ۹۰۔
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۰۲۔
۲۲۔ ریاض احمد، "ن۔م۔راشد پر"، مشمولہ: کتاب، جلد ۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، اگست تا اکتوبر ۱۹۴۶ء۔
۲۳۔ ریاض احمد، تنقیدی مسائل، ص ۱۴۰۔
۲۴۔ ریاض احمد، ریاضتیں، ص ۲۳۴۔

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۴۲۔

۲۶۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تین بڑے نفسیات دان (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2018ء)، ص ۱۴۰۔

۲۷۔ ریاض احمد، ریاضتیں، ص ۲۸۳۔

۲۸۔ ایضاً، ص ۵۰۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۱۱۰۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۱۷۸۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۳۷۔

۳۲۔ مظفر علی سید، تنقید کی آزادی (لاہور: دستاویز، س ن)، ص ۱۰۲۔